صفدر رشید

اقبال ادبی تنقید کے تناظر میں
(خصوصی حوالہ: شمس الرحمٰن فاروقی)

Allama Muhammad Iqbal is one of the lucky poets of the world on which much has been written during their lives. In Pakistan, Iqbal is important also being the ideological creator of this country. Most of what has been written about Iqbal or his poetry is about his thoughts and philosophy. This article highlights that our traditional Urdu criticism didn't do justice with Iqbal as a poet. Much has been written on Iqbal as a philosopher. So Iqbal's poetry should be appreciated according to the literary standards. However, Saleem Ahmad's and Shams urRehmanFaruqi's criticism falls in the category of literary criticism.

اردو ہی کی نہیں بلکہ اگر تمام زبانوں کی بات کی جائے تو اقبال کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے جن پر بے پناہ لکھا گیا ہے۔ اردو میں تو بلاشبہ ان پر سب سے زیادہ لکھا گیا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ برصغیر کے حالات اور مخصوص دور بھی ہے اور دوسرا بڑا سبب ان کا مملکت پاکستان کا ''روحانی خالق'' اور قومی شاعر ہونا ہے۔ ان کے فن اور زندگی کی تفہیم و تعبیر کے لیے باقاعدہ ادارے موجود ہیں۔ اقبال اکادمی، بزم اقبال اور ہماری جامعات میں قائم اقبالیات کے شعبوں سے ہروقت کچھ نہ کچھ ہوتے رہنے کی صدا آ رہی ہے۔ اقبال ان خوش قسمت ادیبوں میں سے ہیں جنھیں ان کی زندگی میں بے پناہ مقبولیت اور محبت ملی اور تقسیم ہندوستان کے بعد اس مقبولیت اور عقیدت میں اضافہ ہی ہوا۔ تقسیم سے قبل مسلمان گھرانوں میں یہ عام بات تھی کہ بچوں کو اقبال کے اشعار اہتمام سے یاد کروائے جاتے تھے۔

اقبال کے حوالے سے یہاں صرف یہ دیکھنا مقصود ہے کہ اقبالیاتی تنقید میں فاروقی کی تنقید کہاں کھڑی ہے اور اسے کس زمرے میں رکھا جا سکتا ہے اور یہ کہ فاروقی ادبی معیارات کی مدد سے اقبال کو کس طرح ایک عظیم شاعر قرار دیتے ہیں۔ اقبال کے ساتھ بہرحال ایک زیادتی ہوئی کہ انھیں صرف مسلمانوں بلکہ برصغیر کے مسلمانوں بلکہ پاکستان کے مسلمانوں کا شاعر بنا دیا گیا۔ اقبال کے حوالے سے تحریروں کا ایک انبار ہے، لیکن ان میں سے کتنی تحریروں میں واقعی اقبال کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے؟ اقبال کو محدود سے محدود تر کر دیا گیا۔ ڈاکٹر شمیم حنفی تشخیص کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> ''اقبال کو سمجھنے کے لیے تنقید، تحقیق اور تشریح کے نام پر جو تحریریں سامنے آئی ہیں، ان میں معقولیت کا تناسب افسوس ناک حد تک کم ہے، تعبیر کی کثرت نے اصل حقیقت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ پیشتر تحریروں میں اقبال مرکزی موضوع سے زیادہ لکھنے والے کے ذہنی اور جذباتی آسیب یا اس کی معذوریوں کے اظہار کا بس بہانہ بن کر رہ گئے ہیں۔ اقبال پر تنقید میں عصبیت کا، تحقیق میں بد مذاقی

کا اور تشریح میں بے سمتی کا جیسا بے تحاشا اظہار ہوا ہے، اس کے پیشِ نظر اقبال خاصے مظلوم دکھائی دیتے ہیں۔'' (۱)

اگر اقبال پر تنقیدی ذخیرے کا جائزہ لیا جائے تو زیادہ تر تین طرح کی تحریریں نظر آتی ہیں:

۱۔ اپنے ذہن میں پہلے سے موجود خیالات وتصورات کو اقبال میں تلاش کر کے تشریح کر دینا۔ غالب حصہ ایسی ہی تحریروں کا ہے۔

۲۔ نظریاتی اختلاف کی بنا پر بعض نقادوں نے ہرصورت اقبال کی مخالفت کرنی ہے۔ اس میں خاص طور پر ترقی پسند ادیب شامل ہیں۔ یہی اقبال کا المیہ ہے کہ اقبال کی تحسین و تردید ان کے خیالات ونظریات کی بنیاد پر ہے نہ کہ ان کی شاعری کی بنیاد پر۔

۳۔ تیسری طرح کی تحریروں میں جامعاتی مقالات شامل ہیں۔ زیادہ تر مقالات کے لیے شعرِ اقبال سے واقفیت بھی ضروری نہیں ۔ ایک انبار لگا ہوا ہے جن میں قسم ہا قسم کے نظریات کا رشتہ اقبال سے جوڑا گیا ہے۔ اسی طرح مختلف فلسفوں اور فلسفیوں سے اقبال کی فکر کا تعلق تو بالکل سامنے کی چیز ہے۔ اقبال سے متعلق تمام ہی شخصیات مثلاً ڈورلیس احمد، اقبال کے احباب، ذاتی ملازم وغیرہ پر اچھے کام ہو چکے ہیں۔

اگر کسی پہلو پر خطرناک حد تک کم کام ہوا ہے تو وہ اقبال بطور شاعر ہے ۔گویا irony یہ ہے کہ اقبال کے نام پر ہونے والے کام میں سب سے کم کام کلامِ اقبال پر ہوا ۔ اقبال کی شخصیت اور افکار پر جو کام ہوا وہ یقیناً اقبال کا حق تھا ،لیکن اقبال بحیثیت شاعر اقبال ہے نہ کہ صرف ومحض اپنے افکار ---- خواہ وہ ان کی شاعری میں بیان ہوئے ہوں، خطوط میں یا خطبات میں----- کی بنا پر۔

دوسرا المیہ یہ ہے کہ افکار کے سلسلے میں بھی محض تشریحی انداز اختیار کیا گیا نہ کہ تجزیاتی۔ اقبال پر کام کے لیے خود بخود ایک دائرہ مقرر ہو گیا جس سے تجاوز کرنا حدِ ادب شمار ہونے لگا ۔ یہاں تک کہ خطرہ تھا کہ سلیم احمد کو بھی اقبال دشمنوں کی صف میں نہ کھڑا کر دیا جائے ۔ اقبال کے بارے میں قیام پاکستان کے فوری بعد دو متضاد رویے تھے اور اس کا سبب اقبال بحیثیت مفکر ہے۔ محمد حسن عسکری نے بروقت تشخیص کرتے ہوئے بہت پہلے ایک اہم بات کہی:

''بہر حال اقبال کی عظمت کا تقاضا یہ تھا کہ اسے سمجھا جاتا، اس کے متعلق اچھی باتیں سنی جاتیں اور باتیں بھی کیونکہ اعتراضات سے ''مفکروں'' کی عظمت میں فرق آ سکتا ہے، مگر شاعر کی عظمت اس سے ماورا ہے۔''(۲)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں: '' ہم نے اقبال کے ذہن اور شخصیت کو صرف ایک فلسفی اور مفکر کے ذہن اور شخصیت کی حیثیت سے دیکھا ہے شاعر کی حیثیت سے نہیں۔ حالانکہ ان دونوں شخصیتوں کے مطالبات بالکل الگ الگ ہیں۔'' (۳)

جن باتوں کی طرف حسن عسکری نے قیا م پاکستان کے بعد اشارہ کیا تھا ان پر خاطر خواہ توجہ نہ دی گئی ، دو

قومی نظریے اور جناح سے عسکری کی جذباتی وابستگی بھی تھی۔ لہٰذا ان سے بہتر کون سا ادیب اور نقاد ہوگا جسے اقبال بطور مفکر ہی بھاتا ہو۔ دراصل عسکری بہت دور تک دیکھ رہے تھے وہ اقبال کو صرف پاکستانیوں یا مسلمانوں کا شاعر نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

ابتدا ہی سے اقبال کے فن کی بجائے ان کے فلسفے ان کی فکر اور سیاست کو زیادہ موضوع بحث بنایا گیا۔ اقبالیات میں ہونے والے کام کے بارے میں آل احمد سرور چند جملوں میں بھرپور جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں:

''اقبال سے اس قدر شغف میں اقبال شناسی کی لے کس حد تک ہے اور اقبال کو کھونٹی بنا کر اپنی قبا ٹانگنے کا رویہ کس قدر؟ میرا خیال ہے کہ اردو تنقید میں چونکہ ابھی تک تشریح یا تحسین یا پھر تنقیص کا رویہ زیادہ عام ہے اس لیے اقبال کا حق ابھی تک ادا نہیں ہوا۔ کسی بڑے شاعر کے مطالعے میں پہلی چیز یہ دیکھنی ہوتی ہے کہ وہ کیا کہتا ہے اور کس طرح کہتا ہے۔ اس جملے کے پہلے جز پر کچھ زیادہ ہی توجہ ہوئی ہے مگر دوسرے پر نسبتاً کم دھیان دیا گیا ہے۔'' (۴)

اقبال کے فن کے حوالے سے وقیع کام ہو چکے ہیں لیکن اگر اس کام کو اقبال کے فکر و فلسفے پر ہونے کے کام کے سامنے رکھیں تو اسے اس کا عشر عشیر ہی کہا جا سکتا ہے۔

اقبالیات میں ہونے والے ہر طرح اور ہر سطح کے کام کے بیچوں بیچ ایک اور طرح کا کام سمندری رو کی مانند ہے۔ نہیں معلوم اسے کس زمرے میں رکھا جائے، لیکن اتنا واضح ہے کہ مستقبل قریب اور بعید میں اسی طرح کی تنقید اقبال کی عظمت کی تفہیم کے لیے کارگر ثابت ہوتی رہے گی۔ ایسا نہیں کہ دیگر تنقیدی کام کم وقعت ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ اس کام کی نوعیت کم و بیش ایک جیسی ہے۔ ادبی نقاد کا منصب یہ ہے کہ وہ بغیر کسی منفی یا مثبت تعصب کے آزادانہ اور ادبی معیاروں کی روشنی میں اپنی ذاتی رائے قائم کرے۔ یہ بہت کڑا معیار ہے اور عام طور پر اس سے احتراز کرنے میں ہی عافیت سمجھی جاتی ہے کیونکہ کم تخلیقات اور تخلیق کار اس معیار کی زد سے بچ پاتے ہیں۔ لیکن اقبال کو اس معیار سے کیونکر خطرہ ہو۔ اور نہ ہی یہ معیار اپنے باطن میں اقبال کے لیے کوئی توہین کا پہلو لیے ہوئے ہے بلکہ اقبال کو کمزور جان کر اس کے گرد باڑ لگا دینا ضرور توہین کا پہلو لیے ہوئے ہیں۔ اقبال کو جب پہلے ہی مسلمانوں کا عظیم مفکر جان کر اور مان کر تنقید ہوگی تو یہ اقبال سے بھی ناانصافی ہوگی اور تنقید سے بھی۔ کیا ادبی تنقید کے کسی بھی معیار سے مثلاً شیکسپیئر یا گوئٹے یا حافظ کو کوئی خطرہ ہے؟ بلکہ ان کی عظمت تو قائم ہی ان معیارات کی وجہ سے ہے۔ بڑے آدمی یا فنکار کے کسی ایک آدھ پہلو سے اختلاف کرنے کا مطلب ہرگز اس کی توہین نہیں ہوتا۔ اقبال اور تنقید کی کمزور ادبی روایت پر بات کرتے ہوئے سلیم احمد کہتے ہیں کہ ایک اور چیز جو ہمیں اقبال کے بارے میں آزادانہ طور پر سوچنے سے روکتی ہے وہ ادبی تنقید کے بارے میں ہمارا رویہ ہے کیونکہ بنیادی طور پر ہماری روایت تقریظوں کی روایت ہے یا پھر ہجویات کی۔ سلیم احمد لکھتے ہیں:

''تنقید کے بارے میں ہمارا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ ''مخالفت میں لکھا گیا ہے یا موافقت میں؟'' ہم اختلاف کو مخالفت سمجھتے ہیں اور اتفاق کو موافقت۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ادبی پرکھ کا کام

مخالفت یا موافقت سے مختلف کام ہے اور تنقید کے معنی ہرگز مداحی یا قداحی کے نہیں۔ اقبال کے بارے میں ہم ابھی مداحی کے رویے سے آگے نہیں بڑھے ہیں جبکہ اندر ہی اندر ہم مخالفت سے بھی زیادہ ایک خطرناک رجحان کا شکار ہو رہے ہیں۔ یعنی لاتعلقی کا۔۔۔ ہم اقبال کے موضوعات پر بات کرتے ہیں، ان کے خیالات کو دہراتے ہیں مگر اپنے آپ سے یہ سوال کبھی نہیں پوچھتے کہ ان خیالات کا ہم سے، ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی سے کیا تعلق ہے؟'' (۵)

سلیم احمد بجا طور پر شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے اہم ترین نقادوں مثلاً فراق، عسکری، مجنوں گورکھپوری، رشید احمد صدیقی وغیرہ نے اقبال کی طرف اس طرح توجہ نہیں کی جس طرح ہونی چاہیے تھی۔ نتیجہ یہ کہ اقبال پر اب تک جو لکھا گیا ہے اس کا نوے فیصد حصہ اقبال کے خیالات اور نظریات کی تشریحات ہیں۔ سلیم احمد اقبال کے فکر اور فلسفے سے دستبردار نہیں ہوتے بلکہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ شاعر اقبال کہیں فکر کے زیر بار نہ آ جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ خیالات ہمارے لیے اس لیے اہم ہیں کہ ان کے ذریعے اقبال نے بڑی شاعر پیدا کر کے دکھائی ہے، یعنی ان خیالات کی اہمیت اقبال کی شاعرانہ شخصیت سے الگ کر کے نہیں متعین کی جانی چاہیے۔ کوئی اور شاعر ان خیالات کی بدولت پست درجے کی شاعری پیدا کر سکتا ہے یا یہ غیر شاعری کا آلہ کار بن سکتے ہیں۔ اس لیے اقبال کے خیالات کی اہمیت ان کی شاعرانہ قدر و قیمت میں ہے۔ اقبال کے خیالات کو ان کی شاعری سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔

اقبال کے بارے میں سلیم احمد کے بہت سے خیالات سے اختلاف کیا گیا ہے مگر ایک بات یقینی ہے کہ ان کی تنقید ادبی تنقید کی ذیل میں آتی ہے۔ مثلاً ان کی اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اقبال کی شاعری کو فکر کی شاعری کہا جاتا ہے۔ مداح اسے اقبال کی تعریف سمجھتے ہیں اور مخالف ان پر فلسفہ یا خیالات موزوں کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ اس طرح المیہ یہ ہوا کہ اقبال کے مداح اور مخالفین اس پر متفق ہیں کہ اقبال شاعر نہیں تھے۔

اس طویل تمہید کی ضرورت اس لیے پیش آئی تاکہ فاروقی کی اقبال پر تنقید کو صحیح پس منظر میں دیکھا جا سکے۔ اقبال پر فاروقی کی تنقید کو حسن عسکری، آل احمد سرور اور سلیم احمد کی تنقید کا تسلسل کہا جا سکتا ہے۔ اسلوبیاتی نقاد ہونے کی حیثیت سے بھی فاروقی متن کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور ادبی معیارات سے اقبال کے فن کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ عمومی رویے فاروقی کے ہاں ہر تنقیدی تحریر میں نظر آتے ہیں۔

اقبال پر فاروقی نے زیادہ نہیں لکھا۔ اقبال پر ان کی بکھری تحریریں ''خورشید کا سامانِ سفر'' میں یکجا صورت میں ہیں۔ اس میں سات درج ذیل مضامین شامل ہیں:

۱۔ ییٹس، اقبال اور ایلیٹ

۲۔ آسمان کے بدلتے ہوئے رنگ، غالب اور اقبال

۳۔ اقبال کا لفظیاتی نظام

۴۔ اقبال کا عروضی نظام

۵۔ تفہیم اقبال

۶۔ اقبال کے حق میں ردعمل

۷۔ اردو غزل کی روایات اور اقبال

ان کے علاوہ پانچ مضامین انگریزی میں ہیں جو" How to Read Iqbal? Essasys on Iqbal, urdu Poetry and literary theory" میں شامل ہیں:

1. How to Read Iqbal?
2. Is Iqbal the poet , relevent to us today?
3. Iqbal's Romantic Dilemma.
4. Iqbal, the Riddle of Lucretius, and Ghalib
5. The image of Satan in Iqbal and Milton.

ہر بڑے نقاد سے اختلاف کے پہلو تو نکلتے ہی ہیں، اہم بات یہ ہے کہ فاروقی کی اقبال پر یہ چند تحریریں ادبی تنقید کے دائرے سے باہر نہیں ہیں۔ کتاب کے ناشر کی طرف سے اس توقع کا جائز طور پر اظہار کیا گیا ہے کہ فاروقی کے یہ وقیع مضامین اقبالیات کے موضوع پر دور رس اثرات کے حامل ہوں گے۔ اگرچہ میر اور غالب کے مقابلے میں فاروقی نے اقبال پر کم لکھا، لیکن جو لکھا وہ سمندر میں گم ہونے والی شے نہیں ہے۔ کچھ سوالات ہیں جن پر توجہ دی جانی چاہیے اور کچھ پرانے سوالات کے تازہ جواب ہیں، جنھیں غور سے سننا چاہیے۔

کتاب کے دیباچے میں فاروقی اقبال سے اپنے جذباتی رشتے کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ اقبال پر اپنا اسی طرح کا حق سمجھتے ہیں جس طرح کا حق وہ اپنے والد پر سمجھتے تھے، کہ وہ مشکل کے وقت ان کی دستگیری کریں گے، کوئی مسئلہ پوچھیں گے تو وہ صحیح حل بتائیں گے، ان کی رہنمائی کریں گے، اس جذباتی تعلق کے باوجود فاروقی یہ بھی کہتے ہیں:

> "اس وقت میری جھولی میں "اقبالیات" کے نام سے یہی آٹھ اردو مضامین اور اتنے ہی انگریزی مضامین ہیں۔ لیکن میری زندگی کا بڑا حصہ اس طرح کی ادبی فضا تیار کرنے میں صرف ہوا جس میں اقبال سے محبت کرنے کے لیے مسلمان، یا فلسفی یا سیاسی کارکن ہونا ضروری نہ ہو لیکن ادب شناس اور ادب دوست ہونا، بالخصوص اردو فارسی ادب کا مزاج داں اور مزاج شناس ہونا ضروری ہو۔" (۶)

وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ اقبال نے انھیں مایوسی اور بے معرفی میں غرق ہونے سے بچایا، لیکن اس کی وجہ ان کا "پیغام" نہیں، بلکہ ان کی شاعری تھی ۔ اقبال کی شاعری میں پیغام پر اعتراض کرنے والے نقاد بھی یہ بات مانتے ہیں کہ اقبال نے شاعر کا منصب پوری طرح نبھایا ہے ۔ تاہم کوئی بھی شاعر اقبال کی تقلید نہیں کر سکا۔ سلیم احمد اس کو اقبال فراموشی کہتے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ یہ اقبال فراموشی ہی ہو، یہ درست ہے کہ اساتذہ میں سے ہر ایک کے مقلد مل جاتے ہیں۔ اقبال کی تقلید کیوں نہ کی جا سکی؟ یہ سوال ایک گہرے تجزیے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کا جواب محض یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اقبال کی شاعری ایک جزیرہ ہے۔

کلیم الدین احمد کے نزدیک اقبال بڑے شاعر نہیں ہیں کیونکہ دنیا کی بڑی جامعات اور علمی اداروں میں اقبال کا ذکر نہیں ہوتا۔ یہ انتہائی کمزور دلیل ہے۔ فاروقی کا کہنا ہے کہ شاعر کی بڑائی سب سے پہلے خود اس کی اپنی ادبی تہذیب کے معیاروں سے جانچی جانی چاہیے۔ غزل کی شعریات کے ضمن میں بھی فاروقی کا یہی اہم نکتہ تھا جسے انھوں نے خوب پھیلایا۔ اپنے معیاورں سے پرکھنے کے بعد دیکھا جاتا ہے کہ غیر تہذیبوں میں جن شاعروں کو بڑا مانا جاتا ہے ان کے تناظر میں ہمارا شاعر کہاں کھڑا ہے۔ اور ان دونوں معیارات کی رو سے اقبال بڑے شاعر ٹھہرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور پہلو جو اقبال کو دیگر بڑے شعرا سے ممتاز کرتا ہے یہ ہے:

> ''اقبال کی تہذیبی شناخت میں سنسکرت، فارسی، عربی، جرمنی اور عمومی طور پر انگریزی کی ادبی اور فکری روایات شامل ہیں۔ اردو اور پنجابی ان پر مستزاد ہیں۔ پھر علوم کو لیجیے تو فلسفہ، الہیات، تصوف، قانون، ادب، اقتصادیات، سیاسیات یہ سب اقبال کے فریطے میں ہیں۔ ایسی [ایسے] شاعر کی فکری توانائی اور ادیبانہ توانگری کا بھلا کچھ ٹھکانا ہوگا؟'' (۷)

اقبال پر فاروقی کا ہر مضمون کوئی نہ کوئی اہم اور منفرد نکتہ لیے ہوئے ہے لیکن ''خورشید کا سامان سفر'' میں تین مضامین خاص طور پر نہایت اہم ہیں یعنی ''اقبال کا لفظیاتی نظام''، ''اقبال کے حق میں ردعمل'' اور ''اردو غزل کی روایت اور اقبال'' ان کے علاوہ ''تفہیم اقبال'' کے نام سے ایک گفتگو ہے جو عرفان صدیقی، شمس الرحمٰن فاروقی اور نیر مسعود کے مابین ہے۔ ان چار تحریروں کو اس لیے اہم کہا جا رہا ہے کہ ان میں اقبال شاعر اور اقبال مفکر کا قضیہ خاص طور پر زیر بحث ہے۔ ذیل میں ان تینوں مضامین میں فاروقی کے مؤقف کو پیش کیا جا رہا ہے:

''اقبال کا لفظیاتی نظام'' میں فاروقی شکایت کرتے ہیں کہ اب تک اس سوال کا کوئی مفصل جواب نہیں ملا کہ اقبال بڑے شاعر کیوں تھے۔ عام طور پر دو طرح کے جواب دیے جاتے ہیں، جن سے دو گروہ سامنے آتے ہیں۔ ایک گروہ کے مطابق ان کی عظمت کا راز ان کے افکار اور فلسفیانہ، مذہبی، سیاسی یا اسلامی تصورات میں ہے۔ دوسرا گروہ اقبال کی شاعرانہ حیثیت کو اہمیت تو دیتا ہے اور ان کے شکوہ الفاظ، آہنگ کی بلندی، استعارہ وتشبیہ وغیرہ کے بارے میں بات کر کے آخر میں ثابت یہی کرتا ہے کہ اقبال بڑے مفکر تھے۔ حالانکہ شعر میں بیان کردہ افکار کی بنیاد پر شعر کو اچھا کہنا دراصل شاعری کی حقیقت سے انکار ہے اور یہ شاعرانہ سچائی اور سائنسی سچائی میں فرق نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

موضوعات اور افکار کی بنا پر اقبال کو بڑا شاعر بنانے والے نقادوں سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ وہی موضوعات اور افکار جب دوسرے شاعر استعمال کرتے ہیں تو ان میں اور اقبال میں کیا تخصیص رہ جاتی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اقبال نے اپنے افکار کو بہتر شاعرانہ لباس میں پیش کیا ہے۔ لہٰذا وہ بہتر شاعر ٹھہرتے ہیں۔ لیکن اس طرح بات نہیں بنتی کیونکہ پیرایۂ اظہار کی خوبیوں کی فہرست ہر شاعر کی تیار ہوسکتی ہے اور اقبال کا اختصاصی کارنامہ ثابت نہ ہو سکے گا۔

عموماً یہ دکھایا جاتا ہے کہ اقبال نے فلسفوں اور فلسفیوں سے کیا سیکھا۔ یہ سوالات بھی اہم ہیں لیکن یہ اسی صورت اہم ہیں کہ اقبال ایک بڑے شاعر تھے نہ یہ کہ ان سوالات کے جواب اہم تھے۔ ایسی تنقید دراصل شاعری کو

پڑھے بغیر اس میں بیان کردہ خیالات کو پڑھانا چاہتی ہے۔ فاروقی کے مطابق:

> ''سچ تو یہ ہے کہ اردو شاعروں سے زیادہ اقبال کے مطالعے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے افکار کو حتی الامکان پسِ پشت ڈال کر ان کی شاعری پر توجہ صرف کی جائے کیونکہ اردو کے تمام شاعروں (بشمول غالب) سے زیادہ اقبال کے یہاں ایسے خیالات کی فراوانی ہے جن کے بارے میں یہ دھوکا ہوتا ہے کہ انھیں شاعری سے الگ کر کے بھی دیکھا جا سکتا ہے اور ان کی صحت، یا گہرائی یا وسعت پر بحث ہو سکتی ہے۔ شاعری تو آسانی سے گرفت میں آتی نہیں لیکن ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان پر نعرۂ تکبیر لگانے کے لیے کسی خاص محنت یا مطالعے کی ضرورت نہیں پڑتی اس لیے ہم سب اس آسان کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کا بیڑا اٹھائے پھرتے ہیں۔'' (۸)

افکارِ اقبال پر اتنی زیادہ بحث کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اقبال اردو کے واحد شاعر ہیں جن کی شاعری بہت جلد خود کو منوا لیتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاعرانہ خوبی کو سامنے کی چیز سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ دوسرا یہ کہ کلامِ اقبال میں اتنے متنوع خیالات مل جاتے ہیں کہ ہر قاری کے ہاتھ کچھ نہ کچھ لگ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے افکار ان کی شاعری کی ہی مرہونِ منت ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ان افکار کو کسی اور پیرائے میں بیان کیا جائے اور پھر بھی وہ اقبال کے افکار رہ جائیں اور اگر اقبال کی فکر کو ان کی شاعرانہ انفرادیت کے تابع نہ رکھا جائے تو پھر کلام نہیں اس کی مفصل شرح کافی ہوگی۔

یہ مفروضہ قائم کرنے کے بعد کہ اقبال کا شاعرانہ حسن ان کی افکار پر مقدم ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی شاعرانہ زبان کے خواص کیا ہیں۔ ہر بڑا شاعر زبان کو اپنے طور پر برتتا ہے اگرچہ عمومی مشابہتیں موجود رہتی ہیں۔ فاروقی کا نکتہ یہ ہے کہ مثلاً چاروں عظیم شاعر میرؔ، انیسؔ، غالبؔ اور اقبال مناسبت لفظی کے ماہر تھے چاروں کے ہاں مناسبتِ لفظی ذرا مختلف انداز میں ظاہر ہوا ہے۔ اقبال کے ہاں مناسبت الفاظ تسلسل کا کام کرتی ہے۔ یہاں الفاظ اگلے بلکہ بہت بعد میں آنے والے الفاظ کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور اس طرح بظاہر بے ربط اشعار مربوط ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ان چاروں کے ہاں کلیدی الفاظ موجود ہیں۔ مثلاً اقبال کے کلیدی الفاظ درج ذیل ہیں: گل، بو، شمع، لالہ، شاہین، شعلہ، حسن، عشق، دل، عقل، خورشید، فکر وغیرہ۔ کلیدی الفاظ استعمال کثرت سے ہوتے ہیں اور معنی خیز ہوتے ہیں۔ بال جبریل کو بانگ درا پر اسی لیے فوقیت ہے کہ بالِ جبریل میں کلیدی الفاظ کثرت سے استعمال ہوئے ہیں اور ان میں علامتی رنگ آ گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اقبال کی طویل نظموں پر یہ اعتراض ہے کہ ان میں واقعاتی بیانیہ یا حتی کہ جذباتی تسلسل کا فقدان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طویل اور نسبتاً طویل نظموں میں لفظی دروبست کی بنا پر تسلسل اور وحدت قائم ہوئی ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ مثلاً ''ذوق وشوق'' کی تخصیص اس کے موضوع میں نہیں ہے، اس لیے کہیں اور تلاش کرنی ہوگی۔

انتشار کے باوجود طویل نظمیں متحد اور مکمل اسی لیے ہیں کہ تمام مصرعے ایک دوسرے سے داخلی معنوی ربط رکھتے ہیں۔ نظم اور خاص طور پر طویل نظم اقبال کی فنکاری یکتائی رکھتی ہے، جس کا بدل ممکن نہیں۔ اقبال کی نظم کی اصل قوت اسی یکتائی میں ہے۔ اسی طرح پتہ چلتا ہے کہ اقبال کی شاعرانہ شخصیت ان کی فلسفیانہ اور مفکرانہ شخصیت پر

انحصار نہیں کرتی۔ اس مضمون میں فاروقی بہت واضح اور مدلل انداز میں دراصل اپنا یہ نقطہ نظر پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اقبال پر ادبی تنقید نہ ہونے کے برابر ہے۔ اقبال ہر حوالے سے بڑا شاعر ہے۔ اقبال میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ سفاک ادبی تنقید کا سامنا کر سکے۔ اس لیے شاعر اقبال کو کوئی خطرہ نہیں۔ اقبال یقیناً بڑے مفکر بھی ہیں لیکن ان کا فکر اس لیے بڑا ہے کہ وہ بڑے شاعر ہیں۔ اقبال کے فکر کا بدل ممکن ہے مگر ان کی شاعری بے بدل ہے۔ بہت سی نظموں کے مرکزی موضوع پر بہت سے شاعر طبع آزمائی کر چکے ہوتے ہیں، مثلاً ذوق و شوق کا مرکزی موضوع عشق رسولؐ ہے۔ لیکن یہ نظم اگر لافانی ہے تو محض موضوع کی بنا پر نہیں کہ ہر نعت کا یہی موضوع ہے۔ اس کی عظمت کہیں اور ڈھونڈنا ہوگی اور یہی چیز اقبال کو یکتا اور بڑا شاعر بناتی ہے۔ ''اقبال کے حق میں ردعمل'' میں بھی فاروقی اس معاملے کو مزید پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''شاعر کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ ہم کو خواب دیکھنا سکھاتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ ہمارے ہاتھ میں سپاہی کی تلوار یا حجام کا استرا یا جلوس باز کا جھنڈا رکھ دیتا ہے۔ اقبال کے ساتھ زیادتی یہی ہوئی کہ وقتاً فوقتاً ان کو فلسفہ باز، لٹھ باز، تلوار باز کہہ کر ہم نے سمجھا کہ ان کی تعظیم کر رہے ہیں۔'' (۹)

فاروقی اس مضمون میں کہتے ہی کہ اقبال کے ساتھ یہ المیہ ہوا کہ ان کی زندگی میں ان کی پرستش ہوئی اور موت کے بعد اس پرستش میں اضافہ ہوا۔ انھیں ایک سیاسی نظریے کے بانی، حکیم الامت، شاعر مشرق، وغیرہ کہا گیا لیکن انھیں شاعر کسی نے نہ مانا۔ ''اپنوں'' اور نہ ''غیروں'' نے۔ ''اہلِ زبان'' نے اقبال کو مستند نہیں مانا۔ کسی بھی کمتر درجے کے ''اہل زبان'' شاعر کو اقبال پر فوقیت دی گئی۔ اقبال نے اپنے کام پر اعتراضات کے جواب بھی لکھے لیکن جب اہل زبان کے اعتراضات میں کمی نہ آئی تو اقبال نے خود ہی کہہ دیا کہ وہ شاعر نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ اگلی نسلیں انھیں شاعر ہی نہ سمجھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاعر نہ ہونے کے دعوے کے باوجود اقبال شاعری پر شعوری محنت کرتے تھے اور اپنا کلام حذف بھی کرتے تھے ان کا رویہ ایک بڑے اور ہوش مند فنکار کا تھا۔

اقبال کو غیر شاعر بنانے کا آغاز غالباً سر عبدالقادر کے بانگ درا کے دیباچے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اقبال پر اولین تنقیدی مضامین کی فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح بنیاد ہی ٹیڑھی رکھی گئی۔ چند مضامین حسبِ ذیل ہیں:

ہمارا قومی شاعر (۱۹۳۲ء)

اقبال، وطنیت، پین، اسلامزم اور سیاسی تحاریک (۱۹۳۴ء)

اقبال اور سیاسیات (قبل ۱۹۳۸ء)

اقبال کا پیام حیات (قبل ۱۹۳۸ء)

علامہ اقبال اور فلسفۂ تصوف (قبل ۱۹۳۸ء)

پروفیسر عالم خوند میری کے مضامین جو بعد میں ''اقبال: کشش و گریز'' کے نام سے شائع ہوئے

اسی طرح اقبال کے بارے میں اس متھ نے بھی نقصان پہنچایا کہ ان کا کلام ''الہامی'' ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا

ہے انھیں فنی باریکیوں سے کیا لینا دینا۔ یہ سب کچھ تو اقبال کے دوستوں کے ہاتھوں ہوا۔ ترقی پسند نقادوں نے بھی اقبال کی مخالفت ان کے پیغام کی بنا پر کی۔ یعنی دونوں حلقوں نے کلامِ اقبال پر غیر ادبی معیار ہی مسلط کیے۔ دونوں طرح کی تنقید کا انتہائی نتیجہ ایک ہی نکلا، یعنی اقبال بطور شاعر اہم نہیں ہیں۔

فاروقی پر اعتراض ہے کہ انھوں نے ترقی پسند تحریک اور فکر کے خلاف منصوبہ بندی کر کے مسلسل لکھا۔ شاعر اور مفکر اقبال سے ان کی عقیدت واضح ہے۔ تاہم وہ اس تنقید سے نالاں ہیں جس نے اقبال کو محدود کر کے رکھ دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف گروہ اپنے مفادات کے لیے اقبال کو استعمال کر رہے ہیں۔ اقبال شاعر اور فلسفی کی بحث گذشتہ کچھ عرصے سے زور پکڑ رہی ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اقبال دراصل فلسفہ و شعر کے حسین امتزاج کا نام ہے لیکن وہ اس تنقیدی سوال کو غیر اہم جانتے ہیں کہ اقبال پہلے شاعر ہیں یا فلسفی؟ ان کے نزدیک اس کا حتمی جواب اتنا آسان بھی نہیں نہ اقبال کی عظمت اس پر منحصر ہے۔

بات اتنی سادہ بھی نہیں کہ اقبال کی عظمت اور ان کے مستقبل کا تعلق اس سوال سے نہ ہو، تاہم وہ انتہائی اہم بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ: ''اقبال کی شاعری کا تذکرہ یا ان کی شعری عظمت کا اعتراف، اقبال کی توہین یا ان کے فکر و فلسفہ کی اہمیت گھٹانے کے مترادف نہیں ہے۔۔۔'' (۱۰)

جگن ناتھ اپنے ایک مضمون میں یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ کیا اقبال صرف مسلمانوں کے شاعر ہیں؟ وہ مزید شکایت شکا کرتے ہیں کہ:

> ''اقبال کی شاعری کا ذکر کرتے ہی بات کا رُخ بالعموم ان کے سیاسی، مذہبی اور سماجی نظریات کی جانب مبذول ہو جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اقبال کی شاعری پر کچھ کہنے سننے کے عوض ان کا فلسفہ حیات اور اس سے وابستہ مسائل موضوع گفتگو بن جاتے ہیں۔'' (۱۱)

''اردو غزل کی روایت اور اقبال' میں فاروقی اقبال کی غزل اور نظم کا بھرپور دفاع کرتے ہیں اور بعض اٹھنے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔ ادبی تنقید کے دائرے میں رہتے ہوئے یہ مضمون اقبال کی غزل کے دفاع پر صفِ اول کی تحریر ہے۔ دراصل اقبال کی غزل کا مزاج اپنی ہم عصر یا انیسویں صدی کے آخر کی غزل سے مختلف ہے۔ غزل کی پوری روایت مدِ نظر نہ رکھی جائے تو اقبال کی غزل کھٹکتی ہے۔

اقبال پر ان مضامین کے علاوہ فاروقی کا ایک اور مضمون ہے جو ''دنیا زاد' میں بعنوان ''اقبال کا اقبال' چھپا۔ یہاں فاروقی اس سے بحث کرتے ہیں کہ علمی حلقوں میں یہ سوال کیوں اٹھ رہا ہے کہ اقبال کا کلام نوجوانوں میں کیوں مقبول نہیں ہے؟ فاروقی اس پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں کہ جن پیمانوں پر دیگر مشاہیر ادب مثلاً شیکسپیئر، یا رومی وغیرہ کا کلام آج بھی معنویت رکھتا ہے اور اہر ہر زمانہ ان میں اپنا آئینہ دیکھتا ہے تو اسی پیمانے پر اقبال کو بھی پورا اترنا چاہیئے، کینکہ اقبال کا فن اس قابل ہے کہ وہ کبھی غیر متعلق نہیں ہو گا۔ اسی طرح فاروقی ایک اور سوال کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ اقبال کا کلام ہمیں آج کی دنیا کے بارے میں کچھ کیوں نہیں بتاتا؟ فاروقی کا کہنا ہے:

> ''اقبال کے ''پیغام کے بجاے ان کی شاعری کو پڑھیں تو ہمارے بعض مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً پہلی

بات تو یہی کہ اقبال تنہا نہیں ہیں۔ وہ ہماری تہذیب کے بعض بنیادی مظاہر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ غالب کے بغیر اقبال کا تصور نہیں ہوسکتا۔ اور بیدل کے بغیر غالب کا امکان نہیں۔ اور عرفی اور فیضی وغیرہ کے بغیر بیدل کا امکان نہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنی یہ عادت ترک کرنی ہوگی کہ اقبال کو تنہا، منفرد اور اپنے اگلوں سے الگ کوئی شاعر سمجھا جائے۔ لطف یہ ہے کہ ہم لوگوں نے اقبال پر ہر چھوٹے بڑے فلسفی کا اثر ڈھونڈنے میں بہت زور مارا ہے، لیکن یہ پوچھنا بھول گئے کہ اقبال کن شعری روایتوں کے پروردہ ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ہند اسلامی تہذیب، اور بالخصوص اس کے اس اظہار کو سمجھے بغیر، جسے سبک ہندی کہا جاتا ہے، اقبال کی شاعری کی کلید ہمارے ہاتھ نہیں آسکتی۔'' (۱۲)

ہماری مجموعی تنقیدی روایت میں فنی سطح پر اسلوبیات کو زیر بحث نہیں رکھا جاتا۔ شاعر کا فنی مقام اس کی فکر تک محدود سمجھا جاتا ہے۔ فاروقی نے ''اقبال کا لفظیاتی نظام'' اور ''اقبال کا عروضی نظام'' پر بہت باریک بینی سے کلام اقبال کے محاسن عیاں کیے ہیں۔ اردو غزل میں لسانی اور فنی تبدیلیوں کو اقبال نے کس حد تک تبدیل کیا۔ اس سلسلے میں ''اردو غزل کی روایت اور اقبال'' ایک اہم مضمون ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ''اقبال کو سمجھنے کے لیے''، مشمولہ: اقبال اور عصرِ حاضر کا خرابہ، اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵

۲۔ ''اقبال کے خلاف ایک مہم''، مشمولہ: مقالات محمد حسن عسکری، جلد اول، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۲۷۷

۳۔ ''یوم اقبال کیسے منائیں''، مشمولہ ایضاً، ص ۲۸۶

۴۔ دانشور اقبال، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۲۰۰۲ء، ص ۶

۵۔ ''اقبال۔ اقبالیات اور ہم'' مشمولہ: اقبال ایک شاعر قوسین، لاہور، بار دوم، ۱۹۸۷ء، ص ۱۶۔۱۷

۶۔ خورشید کا سامانِ سفر، دیباچہ، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص ڈ۔ذ

۷۔ ایضاً، ص ژ

۸۔ ایضاً، ص ۴۱

۹۔ اقبال کے حق میں ردعمل، ایضاً، ص ۱۱۴

۱۰۔ اقبال بحیثیت شاعر، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۳

۱۱۔ اقبال کی شاعری، مشمولہ اقبال بحیثیت شاعر، ص ۲۹۴

۱۲۔ اقبال کا اقبال، مشمولہ دنیازاد ۲۸، مدیر آصف فرخی، شہرزاد: کراچی، اگست ۲۰۱۰ء، ص ۲۷